حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

☆

تصوف آٹھ خصلتوں پر مشتمل ہے

سخاوتِ ابراہیم	علیہ السلام
رضائے اسحاق	علیہ السلام
صبرِ ایوب	علیہ السلام
اشارت و مناجاتِ زکریا	علیہ السلام
تجرد و تضرعِ یحیٰ	علیہ السلام
صوفِ موسیٰ	علیہ السلام
سیاحتِ عیسیٰ	علیہ السلام

فقرِ سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(فتوح الغیب مقالہ ۴۸)

آج ان خصلتوں کے مالک کہاں ہیں ؟

بندۂ خدا

اسلامی حکومت اور اس کی معاشی ذمہ داریاں

نائب صوبیدار محمد لطیف اللہ

اسلامی حکومت کے فرائض میں جہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اسلامی تعلیم و تربیت، دفاع، دعوت الی الحق اور اس سلسلہ میں اگر ضرورت پڑے تو جہاد، عدل و قسط اور امن و امان کے قیام کے ذریعے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کرنا سرفہرست ہے۔ وہاں اس کی معاشی نوعیت کی ذمہ داریاں بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ کیونکہ معاشی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے بغیر وہ اپنے وسیع مقصد میں کامیاب و کامران نہیں ہو سکتی۔ اسلامی حکومت کی معاشی ذمہ داریوں میں اعداد و شمار اور کفالت عامہ، معاشی تعمیر و ترقی کا انتظام اور تقسیم دولت میں پائے جانے والے تفاوت اور فرق کو کم کرنا شامل ہے۔ زیر موضوع مقالہ میں اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں کے ان ہی پہلوؤں پر مفصل بحث کی جائے گی۔

اعداد و شمار اور کفالتِ عامہ

اسلام کے معاشی نظام میں اعداد و شمار بظاہر دخیل نظر نہیں آتا لیکن بنیادی طور پر معاشی مسائل میں اعداد و شمار کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ جب تک کسی ملک کی صحیح مردم شماری نہ کی جائے اور پھر عوام کی معاشی زندگی کے درجات یعنی برسر روزگار، بے روزگار، تاجر، کاریگر، نیز معذور، فقیر، صاحبِ مرض اور صاحب حاجت افراد کے صحیح اعداد و شمار مرتب نہ ہوں اور زمین، کارخانے، معدنیات یعنی محاصل و مصارف کی تعیین میں اعداد و شمار

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

کا لحاظ نہ رکھا جائے تو پھر کوئی حکومت نہ اس مقصد کی تکمیل کر سکتی ہے کہ قلمرو حکومت میں ایک فرد بھی محروم المعیشت نہ رہے اور نہ وہ معاشی عدل و انصاف کا حقیقی توازن قائم رکھ سکتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر جب فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بہت وسیع ہو گیا تو اعداد و شمار کو خاص اہمیت دے کر خلافت کے مختلف مسائل میں اُن سے مدد لی گئی۔ چنانچہ جب مفتوحہ ممالک سے کثیر مال و دولت حاصل ہوا تو آپ نے صحابہؓ کے مشورہ سے عطایا اور وظائف کے سلسلے میں مردم شماری کے رجسٹر قبائل اور منازل کے لحاظ سے مرتب کرائے اور حضرت عثمانؓ نے تو اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا:

"اریٰ مالا کثیرًا یسع النّاس وان لم یحصوا حتی تعرف من اخذ ممن لم یأخذ خشیت ان ینتشر الامر"[1]

ترجمہ: میں دیکھ رہا ہوں کہ مال اب اس قدر کثرت کے ساتھ حاصل ہو رہا ہے کہ لوگوں کے لیے وُسعت کے ساتھ کفایت کر سکتا ہے۔ سو اگر لوگوں کا شمار کر کے ان کی تعداد کا احاطہ نہ کیا گیا تاکہ پانے والے اور نہ پانے والے کا صحیح پتہ معلوم ہو سکے تو مجھ کو خوف ہے کہ اس معاملہ میں انتشار نہ پیدا ہو جائے"۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمانؓ کی اس رائے کو شرفِ قبولیت سے ہمکنار کیا:

وکتب الناس علی قبائلھم۔ وفرض لھم العطاء[2]

ترجمہ: اور لوگوں کی قبائل وار فہرست بنائی اور اُن کے روزینے مقرر کیے۔

فدعا عقیل بن ابی طالب ومخرمہ بن نوفل وجبیر بن مطعم وکانوا من نسّاب قریش فقال اکتبوا الناس علی منازلھم[3]

---

[1] طبری جلد ۵ ص ۲۲-۲۳

[2] ایضاً

[3] ایضاً

ترجمہ : حضرت عمرؓ نے عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور جُبیر بن مطعم کو بلایا اور یہ تینوں قریش کے نسب کے ماہر تھے اور فرمایا کہ لوگوں کا شمار ان کے مکانات کے اعتبار سے کرو۔

اعداد و شمار کی اہمیت کے یہی اسباب تھے جن کی بدولت تدوینِ دواوین کا افتتاح ہوا

والسبب فی تدوین الدواوین ان عامل عمر علی البحرین اتاہ یومًا بخمس مائۃ الف درھم فاستعظمھا وجعل علیھا حراسًا فی المسجد فاستشار علیہ بعض من عرفوا فارس والشام ان یدون الدواوین یکتبون فیھا الاسماء وما لواحد واحد وجعل الارزاق مشاھرۃ[1]

ترجمہ : ابتداء میں اعداد شمار کے رجسٹروں کی ترتیب کا سبب یہ پیش آیا کہ بحرین کے گورنر کے پاس سے پانچ لاکھ درہم موصول ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو بڑی تعداد سمجھتے ہوئے مسجد میں اس پر محافظ مقرر کر دیے اور صحابہؓ سے مشورہ کیا اور بعض صحابہؓ نے جو فارس و شام کے حالات سے واقف تھے یہ مشورہ دیا کہ رجسٹروں کی ترتیب کی جائے جن میں لوگوں کے نام اور ان سے متعلق روزینہ کا تذکرہ ہو اور روزینہ کا معاملہ ماہواری ہو جائے۔

حضرت بلالؓ جب بحرین سے مال کثیر لے کر آئے تو حضرت عمرؓ نے مجلس مشاورت طلب فرمائی اور ارشاد فرمایا :

ایھا الناس انہ قد جاء مال کثیرٌ فان شئتُم ان نکیل لکم کلنا وان شئتم ان نعدّ کم عددنا وان شئتم ان نزن لکم وزنا لکم فقال رجلٌ من القوم یا امیر المؤمنین دوّن للناس دواوین یعطون علیھا فاشتھی عمر ذالک[2]

---

[1] اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۲ ص ۳۶۴

[2] کتاب الخراج ص ۴۵

ترجمہ: "لوگو یہ مال کثیر آیا ہوا ہے پس اگر تم چاہو تو میں پیمانہ سے ناپ کر تم میں بانٹ دوں اور اگر تمہاری یہ خواہش ہو کہ گن کر دوں تو شمار سے بانٹ دوں اور اگر یہ مرضی ہو کہ وزن کر کے دوں تو اس طرح تول کر دوں۔ قوم میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا امیر المؤمنین لوگوں کے شمار کے لیے رجسٹر مرتب کرائیے تاکہ اس کے مطابق وظائف دیا کریں حضرت عمرؓ نے اس کو بہت پسند کیا۔"

اسی سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

ان کنت صادقاً لیاتین الراعی نصیبہ من ھذا المال بالیمن ودمہ فی وجھہ[1]

ترجمہ: بلال اگر یہ سچ ہے کہ روپیہ کی مقدار وہ ہے جو تم بتا رہے ہو تو پھر یمن کے رہنے والے چرواہے تک کا اس مال میں حصّہ ہے بایں حالت کہ سفر کی وجہ سے اس کا چہرہ تمتمانا ہوا ہو۔

اس جگہ یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ اعداد و شمار اور رجسٹروں کی ترتیب کا یہ سلسلہ تو ہر ایک حکومت میں ہوتا ہے اور مختلف ضروریاتِ حکومت میں سے یہ بھی ایک اہم ضرورت ہے خواہ وہ حکومت سرمایہ دارانہ نظام کی حامی ہو یا اس کی مخالف و معاند ہو اس کا صالح معاشی نظام کے بنیادی مسائل سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اعداد و شمار اور اس سے متعلق دواوین و سجلات کا ہر قسم کی حکومت کے ساتھ تعلق ہے اور کسی خاص طرز حکومت کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن اس سلسلہ میں صالح معاشی نظام اور فاسد معاشی نظام کے درمیان یہ فرق ہے کہ جب حکومت کا نظام ایسے اصول پر قائم ہے کہ ان سے مذموم سرمایہ داری عالمِ وجود میں آتی ہے تو اس نظامِ حکومت میں اعداد و شمار کی اہمیت اس لیے ہو گی کہ اس سے معلوم کیا جائے کہ ملک میں سرمایہ داری اور سرمایہ داروں

---

[1] کتاب الخراج ص ۴۶

کی ترقی کی صورت کیا ہو اور کس طرح اس ناپاک مقصد کو ترقی دینے کے لیے عوام اور غریب طبقے کو آلہ کار بنایا جائے اور اس کے برعکس جس حکومت کا طرز و طریق سرمایہ داری کے خلاف خلقِ خدا کی فلاح و بہبود پر قائم ہے اس کے نظام معاشی میں اس مسئلہ کی اہمیت اس طرح کارفرما نظر آئے گی کہ ہر ممکن طریقہ سے اس کو عوام و خواص سب کی حاجت روائی کے لیے ذریعہ بنایا جائے خصوصاً محروم المعیشت افراد کی حق رسی کا بہترین وسیلہ ثابت ہو۔

اسلام میں اعداد و شمار کی اہمیت ان ہر دو نظریوں میں سے دوسرے نظریے کے پیش نظر ہے اس لیے معاشی نظم و انتظام کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اولی الامر اپنے قلمرو میں مردم شماری کا انتظام کرے اور مسلم و غیر مسلم کی تفصیلات کو جدا جدا رجسٹروں میں درج کرائے، تاکہ کفالت عامہ کی عظیم ذمہ داری سے سرخرو ہو سکے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کفالتِ عامہ سے کیا مراد ہے؟ دراصل کفالتِ عامہ کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ دارالاسلام کے حدود کے اندر رہنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا بندوبست کیا جائے یہ بندوبست اس درجہ تک ہونا چاہیے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے محروم نہ رہے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور علاج لازمی طور پر شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلامی حکومت اس بات کی ذمہ دار ہے کہ ہر فرد کو ان ضروریات کی تکمیل کرنے والی اشیاء اور خدمات کی مطلوبہ مقداریں بہم پہنچاتی رہے۔ بلالحاظ اس کے کہ وہ خود اپنے مال سے یا اپنی محنت کے ذریعے کسب مال کر کے ان ضروریات کو پورا کر سکتا ہے یا نہیں جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، عام حالات میں عام افراد ان ضروریات کو خود اپنے طور پر پورا کرتے رہیں گے۔ بقدر ضرورت مال نہ حاصل کر سکنے والے افراد کو اپنے خاندان یا عام افراد اجتماع سے اتنی مدد مل سکے گی کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں صنعتی کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو عارضی بے روزگاری، مرض، بڑھاپے یا کسی حادثے کے سبب معذور ہو جانے کی صورت میں کارخانہ یا متعلقہ صنعت سے اتنا امدادی وظیفہ دلوانے کا اصول بنایا جا سکتا ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ سماجی تحفظ کے ان انتظامات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اصول کا منشاء

یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی فرد ان انتظامات کے باوجود اس حال میں پایا جائے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہو تو بالآخر اسلامی حکومت اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ فرد ان وسائل حیات سے محروم نہ رہے جو ضروریات زندگی کے لیے درکار ہیں۔ حکومت کو ایسا نظم قائم کرنا پڑے گا کہ محروم افراد اپنی محرومی کا ثبوت فراہم کرکے بآسانی اجتماعی خزانے سے بقدر ضرورت مال حاصل کرسکیں اور دار الاسلام کا کوئی باشندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، بے ٹھکانہ اور مرض کی حالت میں بے علاج نہ رہے۔ حضورؐ نے یہ اصول واضح فرما دیا ہے کہ اصحاب امر محروم افراد کی ضروریات کی تکمیل کے ذمہ دار ہیں۔ حدیث نبوی ہے:

من ولاہ اللہ عزّوجل شیئاً من امور المسلمین فاحتجب دُون حاجتہم وخلّتہم وفقرہم احتجب اللہ تعالیٰ عنہ دون حاجتہ وخلّتہ وفقرہ[1]

ترجمہ: جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا ہے اور وہ انکی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھ رہا اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا۔

قال عمرو بن مرّۃ لمعاویۃ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ما من امامٍ یغلق بابہ دون ذوی الحاجۃ والخلّۃ والمسکنۃ الا اغلق اللہ ابواب السماء دون خلّتہ ومسکنتہ۔ فجعل معاویۃ رجلاً علیٰ حوائج الناس[2]

ترجمہ: عمرو ابن مرّہ نے معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو امام ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر دیتا ہے اللہ اس کی ضروریات، فقر اور مسکینی پر آسمان کے دروازے

---

[1] ابوداؤد: کتاب الخراج والفئ والامارۃ۔ باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ والاحتجاب عنہم۔
[2] ترمذی: کتاب الاحکام۔ باب جاء فی امام الرعیۃ۔

بند کر لیتا ہے۔ (یہ سُن کر امیر معاویہؓ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات (پوری کرنے) پہ مامور کر دیا۔

حضورؐ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ اگر صاحب امر ضرورت مند افراد کی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام نہ کرے گا تو اللہ کی سخت ناراضگی مُول لے گا۔ یہ وعید اس بات کے لیے کافی ہے کہ تکمیل ضروریات کو اسلامی حکومت کی ذمہ داری قرار دیا جائے۔ اسلامی حکومت کی اس ذمہ داری کی اہمیت کا اندازہ خلافت کی اس تعریف سے بھی کیا جا سکتا ہے جو حضرت سلمان فارسیؓ نے کی ہے جسے سُن کر کعب احبارؓ نے ان کی تصویب فرمائی ہے:

عن سلمان قال - ان الخليفة هو الّذى يقضى بكتاب الله ويشفق على الرّعية شفقة الرجل على اهله - فقال كعب الاحبار - صدق[1]

ترجمہ: سلمانؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے یہ سُن کر کعب بن احبار نے کہا: سچ کہا۔

رعایا کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا اہتمام دراصل اس خیر خواہی کے اندر شامل ہے جو صاحبِ امر پر لازم قرار دی گئی ہے جو حکمران رعایا کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتے اس کا اخروی انجام بُرا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ما من عبدٍ يسترعيه الله رعيةً فلم يحطها بنصيحةٍ لم يجد رائحة الجنّة[2]

ترجمہ: جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اُس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

---

[1] ابوعبید: کتاب الاموال ص۶

[2] بخاری: کتاب الاحکام - باب من استرعی رعیة فلم ینصح

شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا ولی قرار دیا ہے۔ سرپرستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ان افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اللہ ورسولہ مولیٰ من لا مولیٰ لہٗ [1]

جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ہے۔

السلطان ولیّ من لا ولیّ لہ [2]

جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہے۔

یہ سرپرستی صرف نکاح کے معاملہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک عمومی سرپرستی ہے جس میں رعایا کی ضروریات کی تکمیل بدرجہ اولیٰ شامل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط سے صاف ظاہر ہے جو آپ نے ایک نومسلم قبیلہ کے سردار زرعہ بن ذی یزن کے نام لکھا تھا۔ آپ سردار کے توسط سے اس کے قبیلہ حمیر کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"وانیّ امرکم یا حمیر خیراً فلا تخونوا ولا تخاذوا وان رسول اللہ مولیٰ غنیکم وفقیرکم وان الصدقۃ لاتحل لمحمد ولا لاھلہ۔ انما ھی زکوٰۃ تزکون بھا الفقراء المومنین [3]

"اہل حمیر میں تم کو بھلی روش اختیار کیے رہنے کی تلقین کرتا ہوں نہ خیانت کرنا اور نہ مخالفانہ روش اختیار کرنا اللہ کا رسول تمہارے مال دار اور غریب تمام لوگوں کا سرپرست ہے۔ صدقہ کا مال محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اس کے گھر والوں

---

[1] ترمذی: ابواب الفرائض۔ باب ما جاء فی میراث المال۔

[2] ترمذی: ابواب النکاح۔ باب ما جاء لا نکاح الا بولی

[3] ابوعبید: کتاب الاموال ص ۲۰۲

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

کے لیے جائز نہیں ہے بلکہ یہ زکوٰۃ ہے جسے تم اپنی پاکیزگی کے لیے غریب مسلمانوں کے لیے نکالتے ہو۔"

اس سرپرستی میں بنیادی ضروریات کے علاوہ بشرطِ گنجائش افراد کی دوسری ضروریات کی تکمیل بھی داخل ہو جاتی ہے۔ فتوحات کے بعد جب بیت المال میں کافی مال آنے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرما دیا کہ جو لوگ مقروض ہوں اور وفات پا جائیں ان کے قرضے اسلامی ریاست کے خزانے سے ادا کیے جائیں گے۔ فرمایا:

انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن توفی وعلیہ دین فعلیّ قضاؤہ[1]

مجھ سے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ لگاؤ ہے پس جو مقروض وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔

فلما فتح اللہ علیہ الفتوح قال: انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن توفی من المؤمنین فترک دینًا فعلیّ قضاؤہ ومن ترک مالاً فلورثتہ[2]

پھر جب اللہ نے آپؐ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپؐ نے فرمایا" مجھ سے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ لگاؤ ہے لہٰذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لیے ہوگا۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے قرض کے علاوہ مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دوسری ذمہ داریوں مثلاً بے سہارا اہل و اولاد کی کفالت کے سلسلہ میں بھی یہی اعلان فرمایا تھا:

عن ابی ھریرۃؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابوعبید: کتاب الاموال ص ۲۲۰

[2] بخاری: کتاب النفقات۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک کلاًّ او ضیاعًا فالیّ۔

من ترك مالاً فلاهله ومن ترك ضياعًا فاليّ ۔ هٰذا حديث حسنٌ صحيح ... ومعنى قوله ترك ضياعًا يعني ضائعًا ليس له شئ ۔ فاليّ ۔ يقول انا اعوله وانفق عليه[1]

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو (کسی کو) بے سہارا چھوڑ جائے تو اس کی ذمہ داری میرے سر ہوگی۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں کہ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔... ترك ضياعًا کے معنی یہ ہیں کہ اس حال میں چھوڑ جائے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو فاليّ کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کی کفالت کروں گا اور مال خرچ کروں گا اسی مفہوم کی ایک حدیث ابو عبید نے حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے روایت کی ہے جس سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ترك مالاً فلورثته ومن ترك كلاً فالى الله ۔ وربما قال فالى الله ورسوله ۔ قال ابو عبيد: الكلّ عندنا كلّ عيلٍ والذرّية منهم[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو متوفی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لیے اور جو ذمہ داریاں چھوڑ کر مرے وہ اللہ کے ذمہ ہیں اور کبھی یہ فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہیں۔

ابو عبید کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک "کل" میں وہ تمام افراد شامل ہیں جن

---

[1] ترمذی: ابواب الفرائض ۔ باب ما جاء من ترك مالاً فلورثته
[2] ابو عبید: کتاب الاموال ص ۲۳۶

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

کی کفالت متوفی کے ذمہ ہو اور بچے بھی اس میں شامل ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو افراد اسلامی ریاست کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے انہیں اپنی ان وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا۔ اس حقیقت پر خلافتِ راشدہ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی ذمہ داریاں گناتے ہوئے ایک عام خطبہ میں یہ فرمایا تھا:

ایھا الناس ان اللہ قد کلفنی ان اصرف عنہ الدعاء[1]

لوگو اللہ نے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکوں۔

اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے مشہور شافعی فقیہ ابومحمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام لکھتے ہیں:

"اللہ کے حضورؐ کی جانے والی دعاؤں کو روکنے کا مطلب یہ ہے کہ امام ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اور ان کو اس بات کی ضرورت نہ پڑنے دے کہ وہ اللہ سے انصاف کے طالب ہوں۔ اسی طرح وہ لوگوں کی ضروریات اور حاجتیں پوری کرے تاکہ اُن کو اس کی ضرورت باقی نہ رہے کہ رب العالمین سے ان کی تکمیل کے طالب ہوں (حکمرانوں پر) مسلمانوں کے جملہ حقوق کے بیان میں یہ جُملہ کتنا جامع اور واضح ہے[2]

عوام کی معاشی ضروریات کی تکمیل کا امیر المؤمنین کو کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس خطبہ سے بھی کیا جا سکتا ہے جو حضرت عمرؓ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد عوام کے سامنے دیا تھا۔

انی حریصٌ علیٰ ان لا اریٰ حاجۃً الا سددتھا ما اتسع

---

[1] ابومحمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام: قواعد الاحکام فی مصالح الانام جلد ا ص ۱۴۵

[2] ایضاً

بعضنا لبعضٍ فاذا اعجز ذٰلك عنّا تأسّينا فى عيشنا حتّٰى نستوى فى الكفاف ۔ ولو وددت انّكم علمتم من نفسى مثل الذى وقع فيها لكم ولست معلّمكم الا بالعمل۔ انى والله لستُ بملكٍ فاستعبدكم ولكنّى عبد الله عرض علىّ الامانة فان ابيتها ورددتها عليكم واتبعتكم حتّٰى تشبعوا فى بيوتكم وترووا سعدت بكم وان انا حملتها واستتبعتكم الىٰ بيتى شقيت بكم ففرحت قليلاً وحزنت طويلاً ۔ فبقيت لا أُقال ولا أُردّ فاستعتب[1]

مجھے اس بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت دیکھوں اسے پورا کر دوں جب تک ہم سب مل کر اسے پورا کرنے کی گنجائش رکھتے ہوں جب ہمارے اندر اتنی گنجائش نہ رہ جائے تو ہم باہمی امداد کے ذریعے گزر اوقات کریں گے یہاں تک کہ سب کا معیار زندگی ایک سا ہو جائے ۔ کاش تم جان سکتے کہ میرے دل میں تمہارا کتنا خیال ہے لیکن میں یہ بات تمھیں عمل کے ذریعے ہی سمجھا سکتا ہوں ۔ خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنا کر رکھوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں (حکمرانی کی یہ) امانت میرے سپرد کی گئی ہے ۔ اب اگر میں اس کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھوں بلکہ (تمہاری چیز سمجھ کر) تمہاری طرف واپس کر دوں اور (تمہاری خدمت کے لیے) تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھا پی سکو تو میں تمہارے ذریعہ فلاح پاؤں گا اور اور اگر میں اسے اپنا بنا لوں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور (اپنے حقوق کے مطالبہ کے لیے) اپنے گھر آنے پر مجبور کر دوں تو تمہارے ذریعہ میرا انجام خراب ہوگا (دنیا میں) کچھ عرصہ میں خوشی منا لوں گا مگر (آخرت میں) عرصہ دراز تک

[1] ابن کثیر : البدایۃ والنہایۃ جلد ۷، ص۴۶

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

غمگیں رہوں گا۔ میرا حال یہ ہوگا کہ نہ کوئی مجھ سے کچھ کہنے والا ہوگا نہ کوئی بات کا جواب دے گا کہ میں اپنا عذر بیان کر کے معافی حاصل کر سکوں"

اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی حکمران نے اسلامی ہدایات کو اپنا رہنما بنایا اور اپنی اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا تو کفالتِ عامہ کی ذمہ داری کی گراں باری محسوس کر کے غم کے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو اس ذمہ داری کا بوجھ محسوس کر کے رونے لگے۔

قالت فاطمة امرأته، دخلت عليه وهو في مصلاه ودموعه تجري على لحيته فقلت أحدث شيء؟ فقال اني تقلدت امر امة محمد فتفكرت في الفقير الجائع والمريض الضائع، والغازي والمظلوم المقهور والغريب الاسير والشيخ الكبير وذي العيال الكثير والمال القليل واشباههم في اقطار الارض فعلمت ان ربي سيسألني عنهم يوم القيامة وان خصمي دونهم محمد صلى الله عليه وسلم الى الله فخشيت ان لا تثبت حجتي عند الخصومة فرحمت نفسي فبكيت[1]

ان کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں کہ میں ایک بار آپ کے پاس گئی آپ جائے نماز پر تھے اور آنسوؤں سے آپ کی داڑھی تر تھی۔ میں نے پوچھا کیا کوئی نئی بات ہو گئی ہے آپ نے فرمایا میں نے پوری امت محمدیہ کی ذمہ داری لے لی ہے لہٰذا میں بھوکے فقیروں، بے سہارا مریضوں، مجاہدین، مظلوم اور ستم رسیدہ افراد، غریب الدیار قیدیوں، بہت بوڑھے افراد اور ان لوگوں کے بارے میں سوچ

[1] ابن الاثیر: تاریخ الکامل جلد ۵ ص ۲۴

رہا تھا جو بکثرت اہل وعیال والے ہیں مگر مالدار نہیں ہیں اور مختلف علاقوں کے بسنے والے اسی قسم کے دوسرے افراد کے بارے میں متفکر تھا مجھے احساس ہوا کہ عنقریب قیامت کے دن اللہ مجھ سے ان کے بارے میں پوچھے گا اور اللہ کے حضور میرے مقابلہ میں ان لوگوں کے وکیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے۔ مجھے ڈر لگا کہ جرح میں میری بات نہ ثابت ہو سکے گی تو میں اپنی جان پر ترس کھا کر رونے لگا۔"

نہ صرف آپ کو اپنی ان وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا بلکہ آپ نے واضح طور پر اعلان کر دیا تھا کہ:

وما احدٌ منکم تبلغنی حاجتہ الّا حرصت ان اسدّ من حاجتہ ما قدرت علیہ[1]

"تم میں سے جس کسی کی بھی کسی ضرورت کا علم مجھے ہوگا اس کی ضرورت پوری کرنے میں حتی الامکان پوری کوشش کروں گا"

یہی اعلان آپ سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ بھی کر چکے تھے۔ فرمایا:

ومن اراد ان یسأل عن المال فلیاتنی فانّ اللہ جعلنی خازناً وقاسماً[2]

"اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے (اپنے مال کا) خزانچی اور تقسیم کنندہ بنا دیا ہے"

(جاری ہے)

عمدہ لکھائی ——— بہترین چھپائی
مسودہ دیجئے ——— کتاب لیجئے
جمیل برادرز
ناظم آباد نمبر ۲ موبائل: 0320-2026858

[1] ابن جوزی: سیرت عمر بن عبدالعزیز ص۱۴۲

[2] ابن جوزی: سیرت عمر بن الخطاب ص۱۰۱